

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



شریعت اسلامی مسلمان کے لئے دستور حیات ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی

ذیل کا مضمون حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی مدظلہ کا گر انقدر خطبہ صدارت ہے۔ جو اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، منعقدہ ۹، ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء پور میں پڑھا گیا، پورا خطبہ ہدیہ ناظرین ہے۔

حضرات!

میں آپ سب حضرات کا خیر مقدم کرتے ہوئے جو ہندوستان میں امت مسلمہ اور شریعت اسلامی کے مختلف میدانوں میں اور مختلف سطح اور متفاوت درجات کے ساتھ نمائندگی کرتے ہیں اور توفیق الہی کے مطابق دین اور علم کی اشاعت اور شریعت کی حمایت اور دفاع میں مشغول ہیں، اپنے اس احساس و اعتراف اور تاثر کو چھپا نہیں سکتا کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کا یہ اجلاس عام صحیح وقت کے ساتھ ایک مناسب، موزوں اور تاریخی و دینی اور شرعی

اہمیت کے حامل مقام (بے پور) میں ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ تاریخی شہر کے کچھ قافلے پر وہ شہر (لوگ) واقع ہے جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ تیرہویں صدی ہجری کے وسط میں وہاں شہادت گاہ بالا کوٹ سے حامیان شریعت اور فدایان ملت کا وہ قافلہ منتقل ہوا۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے شہادت فی سبیل اللہ کے بجائے شہادت بالحق اور حمایت و اشاعت شریعت کی سعادت مقدر فرمائی تھی۔

میرپور مراد تیرہویں صدی ہجری کے مجدد اور مجاہد اعظم حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلوی کے متعلقین اور افراد خاندان کا وہ مجموعہ ہے جو ان کے ہم رکاب اور ان کا ہم سفر تھا، نیز رہائے سفر ہجرت و جہاد کے وہ عالی حوصلہ، قوی الایمان اور باحیثیت افراد جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے شہادت جسمانی کے بجائے شہادت ایمانی و لسانی اور شرعی و دینی زندگی کا عملی نمونہ دکھانے اور اس کو برت کر بتانے کی سعادت اور امکان کو ترجیح دی تھی اور جو اس آیت کی تفسیر ہے:-

”مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَن قَضَىٰ نَجْبًا وَمِنْهُمْ مَن يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا“ (سورہ الاحزاب۔ ۲۳)

”مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے خدا سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا، تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں جو انتظار کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے قول) کو ذرا بھی نہیں بدلا۔“

یہ قافلہ ٹونک کے قوی الایمان صاحب حمیت و حمایت اسلامی متشرع والی ریاست نواب وزیر الدولہ مرحوم (متوفی ۱۲۸۱ھ، ۱۸۶۴ء) جو سید صاحب کے مرید باخلاص اور محب باختصاص تھے، کی دعوت ہی نہیں بلکہ اصرار اور خوشامد پر ٹونک منتقل ہوا، جس کا بحیثیت ریاست کے کچھ ہی عرصہ پہلے قیام ہوا تھا اور انہوں نے شہر کے جس حصہ میں قیام اختیار کیا اس کا نام ہی ان کی رعایت سے ” قافلہ “ پر دیا اور آج بھی وہ اسی نام سے مشہور ہے۔

ان بقیۃ السیف اور بقیۃ السلف مہاجرین و مجاہدین کی جنہوں نے ٹونک میں قیام اختیار کیا یہ خصوصیت تھی کہ وہ عقائد و فرائض و عبادات ہی نہیں، عادات و اخلاق و معاملات، شادی و غمی کی تقریبات اور روزمرہ کی زندگی میں بھی متبع شریعت اور عامل بالسنتہ تھے۔ اور ان رسومات و عادات سے جو غیر مسلموں کے اختلاط اور دین و شریعت سے ناواقفیت یا قدیم رسوم کی پابندی کی وجہ سے ہندوستان کے عام مسلمانوں میں رواج پکڑ چکی تھیں، اور انہوں نے اکثر مقامات پر شریعت کی جگہ لے لی تھی، نہ صرف محفوظ بلکہ بیزار و باغی تھے اور ان کی زندگی اپنے پورے لوازم و تنوعات کے ساتھ عمد سلف کی یاد تازہ کرتی تھی اور یہ نتیجہ تھا، حضرات شہیدین (حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسمعیل شہید) کی صحبت و تربیت کا۔

پھر اس ریاست کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ وہاں روز اول سے ریاستوں کے الفاظ منوخی کے آخری دن تک عدالتیں شریعت کے مطابق فیصلہ کرتی تھیں اور وہاں شرعی قانون ہی نافذ تھا، جس کے ترجمان و شارح اور اس کی تفسیر و اجراء کا کام کرنے والے جید علماء و فقہاء و محدثین تھے۔

اس قرب مکانی اور قابل فخر جوار کا لحاظ کرتے اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھنا ہر طرح موزوں اور بر محل معلوم ہوتا ہے۔

آگ بجھی ہوئی ادھر ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
کیا خبر اس مقام سے گذرے ہیں کتنے کارواں

اس قرب مکانی اور اس پس منظر کے علاوہ یہ بھی اس اجلاس کے بر محل اور بر موقع ہونے کی ایک دلیل اور فال نیک ہے کہ یہ اجلاس پہلی دفعہ اس سرزمین پر ہو رہا ہے جس کو اسلام کے اس مقبول موخر اور عمد آفرین و تاریخ ساز داعی اور مرہی روحانی کے مرقد بننے کا شرف حاصل ہے ، جس کو ہندوستان کے ایمانی و روحانی فاتح کا لقب دیا جاسکتا ہے۔ اور جس نے ہندوستان کی زمین ، علاقے اور ملک کو اسلام کی تحویل میں لینے کے بجائے اس کا دل جیت لیا اور اس کے عقیدے ، معاشرہ اور اخلاق پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا۔ اور اسلامی فتوحات کو حقیقی طور پر موخر عمیق اور دائمی بنایا ، میری مراد حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجسیری کی ذات والاصفات سے ہے جن کا مرقد مبارک اس راجپوتانہ کی سرزمین کے ایک شہر اجسیر میں واقع ہے

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس شہر کی نگہبانی کرے

سامعین کرام و حاضرین ذوقی الاحترام !

اب میں اصل موضوع پر آتے ہوئے پہلے یہ عرض کروں گا کہ اسلام اور دوسرے مذاہب ، معاشروں اور نظام ہائے زندگی کا ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام میں ازدواجی زندگی مرد و عورت کا تعلق اور عائلی (Personal) رفاقت اور اس کی ذمہ داریاں ، ان کے باہمی حقوق و فرائض ، مذہب آسمانی اور شریعت خداوندی کا ایک شعبہ اور دین کا ایک جزء ہے۔ جس کے لئے آسمانی ہدایات ، شرعی قوانین اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم رہنا اور نمونہ ہے ، جب کہ دوسرے مذاہب اور دنیا کے معاشروں اور تمدنوں میں وہ زندگی کی ایک ضرورت ، ایک السانی ، نسلی اور تمدنی کبھی اختیاری اور کبھی اضطراری اور کبھی (مجھے معاف کیا جائے) تقریحی و التذادی ضرورت ہے۔ اس بارہ میں اسلام کے امتیاز کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کے صحیفہ آسمانی میں طبقہ اناث اور صنف ازواج کو ایک احسان اور مردوں کے لئے ذریعہ سکون اور مسحق مودت و رحمت قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لَتَسْكُنُوا فِيهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ“

(سورة الروم - ۲۱)

” اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے اس نے تمہارے لئے تمہارے ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف (مائل

ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت و مہربانی پیدا کر دی، جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں (بہت ہی) نشانیاں ہیں۔“

پھر اس حقیقت خلقت اور مظہر رحمت کے آسانی اعلان کے ساتھ جس کا تعلق طبقہ اناث اور ازدواجی زندگی سے ہے، نسل انسانی کے رہبر اعظم اور اسوہ اعلیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور آپ کی سیرت وہ نمونہ ہے جس سے ازدواجی اور عائلی زندگی کے گزارنے کے لئے ہدایات ملتی ہیں اور رفیقہ حیات کا درجہ اور اس کا حق معلوم ہوتا ہے اس سلسلہ میں چند احادیث پر اکتفا کی جاتی ہے۔

”عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَالْآلِ وَسَلَّمَ، خَيْرَكُمْ خَيْرَكُمْ لَاهِلِكُمْ وَأَنَا خَيْرَكُمْ لَاهِلِي“

”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم میں سب سے بہتر ہوں۔“

سیرت اور اسوہ نبوی سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ”میں نے کسی کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر شفیق و رحیم نہیں دیکھا۔“

عمر و بن الاوص جو شمی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے موقع پر سنا کہ آپ نے خطبہ میں حد و ثنا کے تذکرہ و نصیحت کے بعد فرمایا کہ ”عورتوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھو اس لئے کہ وہ تمہاری زندگی میں تمہاری معاون اور رفیقہ حیات ہیں۔ ان کا حق

ہے تم ان کو اچھا کھلاؤ اچھا پہناؤ۔“

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اہل ایمان میں سب سے زیادہ کامل الایمان وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہوں۔“

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا ایک گدازہ کی چیز ہے اور اس کی سب سے بری دولت نیک بی بی ہے۔“

اس ازدواجی تعلق کی اہمیت کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبہ نکاح سے ہوتا ہے جس میں سورہ نساء کی پہلی آیت پڑھی گئی اس میں نسل انسانی کے آغاز کا تذکرہ ہے جو اس مبارک موقع پر نہایت مناسب اور فال نیک ہے کہ حضرت آدمؑ کی ایک اکیلی ہستی تھی اور رفیقہ حیات جن سے اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی تخلیق کی اور اس نے روئے زمین کو بھر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان دو ہستیوں میں ایسی محبت و الفت اور ان کی رفاقت میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ آج دنیا اس کی گواہی دے رہی ہے، تو خدا کے لئے کیا مشکل ہے کہ ان دو ہستیوں سے جو آج مل رہی ہیں۔ ایک کنبہ کو آباد اور ایک خاندان کو شاد بامراد کر دے۔ پھر فرماتا ہے کہ آج اس پروردگار سے شرم کرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ساری زندگی سوالات کا مظہر اور نمونہ ہے۔ یہی متدن زندگی کا خاصہ ہے، یہ عقد اور نکاح کیا ہے۔ یہ بھی ایک مذہب اور مبارک سوال ہے،

ایک شریف خاندان نے ایک دوسرے شریف خاندان سے سوال کیا کہ ہمارے نور عین اور لخت جگر کو رفیقہ حیات کی ضرورت ہے۔ اس کی زندگی نامکمل ہے۔ اس کی تکمیل کیجئے۔ دوسرے شریف خاندان نے اس سوال کو خوشی سے قبول کیا، پھر وہ دونوں اللہ کا نام بیچ میں لا کر ایک دوسرے سے مل گئے اور دو ہستیاں جو کل تک ایک دوسرے سے سب سے زیادہ بے گانہ سب سے زیادہ اجنبی اور سب سے زیادہ دور تھیں وہ ایسی قریب اور یگانہ بن گئیں کہ ان سے بڑھ کر یگانگت اور قرب کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ ایک کی قسمت دوسرے سے وابستہ اور ایک کا لطف و انبساط دوسرے پر منحصر ہو گیا یہ سب اللہ کے نام کا کرشمہ ہے، جس نے حرام کو حلال ناجائز کو جائز، غفلت و معصیت کو طاعت و عبادت بنا دیا اور زندگیوں میں انقلاب عظیم برپا کر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب اس نام کی للج رکھنا، بڑی خود غرضی کی بات ہوگی کہ تم یہ نام درمیان میں لا کر اپنی غرض پوری کر لو اور کام نکال لو، پھر اس پر عظمت نام کو صاف بھول جاؤ اور زندگی میں اس کے مطالبات پورے نہ کرو، پھر فرمایا کہ ہاں رشتوں کا دور اور ان کے حقوق ختم نہیں ہو جاتے اور اگر کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ ایسی باتوں کی کون نگرانی کرے گا اور کون ہمیشہ ساتھ رہے گا۔ تو فرمایا:

”ان اللہ کان علیکم رقیباً“

”اللہ تعالیٰ دائمی نگران اور محاسب ہے۔“

اس کے برخلاف مختلف قدیم مذاہب اور قدیم و جدید تہذیبوں میں عورت کو کیا درجہ اور کیا حقوق دیئے گئے ہیں ، اس سے واقفیت کے لئے وسیع النظری اور ہمت و محنت کے ساتھ مذاہب اور تہذیبوں کے بارہ میں تقابلی مطالعہ کی ضرورت ہے۔

اب یہاں پہنچ کر ہم اسلام کے عائلی قانون اور حقوق زوجین کے بارہ میں چند غیر مسلم فضلاء اور ماہرین قانون کے اعتراضات اور تصریحات پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ کہ بعض مسلم مکاتب خیال اور ناعاقبت اندیش مسلمان اہل قلم کی تحریروں اور اعلانات سے ہندی و انگریزی پریس میں اسلام کا عائلی قانون اور اس کا ازدواجی نظام ، اور اسلام میں رفیقہ حیات ہی نہیں عورت کا درجہ طنز و اعتراض اور تحقیر و تضحیک کا موضوع بن گیا۔

ہم یہاں تین چار شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں ، ان میں سے ایک شہادت ایک مغربی فاضلہ کی ہے ، جو ہندوستان میں ایک تربیتی و اصلاحی تحریک کی قائد رہی ہیں اور انہوں نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں بھی حصہ لیا تھا ، ہماری مراد مسز انی بسنت

(Mrs. Annie Besant) سے ہے وہ کہتی ہیں :-

” ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ عورتوں کے متعلق اسلام کے قوانین ابھی حالیہ زمانہ تک انگلینڈ میں اپنائے جا رہے تھے یہ سب سے مصفاہ قانون

تھا جو دنیا میں پایا جاتا تھا ، جائداد وراثت کے حقوق اور طلاق کے معاملات میں یہ مغرب سے کہیں آگے تھا اور عورتوں کے حقوق کا محافظ تھا ، یک زوجگی اور تعدد ازدواج کے الفاظ نے لوگوں کو مسحور کر دیا ہے اور وہ مغرب میں عورت کی اس ذلت پر نظر نہیں ڈالنا چاہتے جسے اس کے اطمین محافظ منٹوکوں پر صرف اس لئے پھینک دیتے ہیں کہ ان سے ان کا دل بھر جاتا ہے اور پھر ان کی کوئی مدد نہیں کرتا۔“

مسٹر (N.J.Coulson) لکھتے ہیں:-

” بلاشبہ عورتوں کی حیثیت کے بارہ میں خاص طور پر شادی شدہ عورتوں کے معاملہ میں قرآنی قوانین افضلیت کا مقام رکھتے ہیں ، نکاح اور طلاق کے قوانین کثیر تعداد میں ہیں جن کا عمومی مقصد عورتوں کی حیثیت میں بہتری لانا ہے اور وہ عملوں کے قوانین میں انقلاب انگیز تبدیلی کے مظہر ہیں --- اے قانونی شخصیت عطا کی گئی جو اس سے پہلے حاصل نہیں تھی ، طلاق کے قوانین میں قرآن نے سب سے بڑی تبدیلی جو کی ہے وہ عدت کو اس میں شامل کرنا ہے۔“

مذہب و اخلاق کے انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے :

” پیغمبر اسلام نے یقیناً عورت کا درجہ اس سے زیادہ بلند کیا جو اسے قدیم عرب میں حاصل تھا ، خصوصی طور پر عورت متوفی شوہر کے ترکہ کا جانور نہیں رہی بلکہ خود ترکہ پانے کا حقدار ہو گئی اور ایک آزاد فرد کی طرح اسے دوبارہ شادی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا تھا ، طلاق کی حالت میں شوہر پر یہ واجب ہو گیا کہ اسے وہ سب چیزیں دے دے جو اسے شادی کے وقت ملی تھیں۔“

اس کے علاوہ اعلیٰ طبقہ کی خواتین علوم و شاعری سے دلچسپی لینے لگیں اور کچھ نے استاد کی حیثیت سے بھی کام کیا، طبقہ عوام کی عورتیں اپنے گھر کی مالکہ کی حیثیت سے اپنے خاندانوں کی خوشی اور غم میں شریک ہونے لگیں۔ ماں کی عزت کی جانے لگی۔“

تقابلی قوانین کی بین الاقوامی کانفرنس (International Conference on Comparative Law) منعقدہ پیرس کی ایشیائی قوانین کے مطالعہ کی شاخ (Branch of Oriental Studies) نے جس میں مغرب و مشرق کے فضلاء قانون شریک تھے، رزلویشن مورخہ ۷ جولائی ۱۹۵۱ء میں کہا ہے: ”اسلامی قوانین پر ہفتہ بھر چلنے والے مباحثوں سے مندوبین کے سامنے یہ بات ابھر کر آئی کہ اسلامی قوانین کے اصولوں کی افادیت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ قانون کی اس عظیم شاخ میں پورے تمام اصول و طریقہ کار موجود ہیں جو اسے جدید زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کا اہل بناتے ہیں۔“

حضرات! یہ واقعہ ہے کہ ملک کے عام باشندوں اور خاص طور پر اخبار بینوں اور ملک میں ہمیش آنے والی تحریکوں اور سرگرمیوں پر نظر رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف جس میں مطلقہ کو عین حیاتِ نفقہ دلانے کا فیصلہ کیا گیا تھا، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ایسے اور ہدایت پر وہ ملک گیر تحریک چلی جس کی اپنی عمومیت، باہوش جوش اور سنجیدگی اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں، تنظیموں اور مکاتب خیال کے اتحاد و تعاون میں تحریکِ خلافت کے علاوہ اور اس کے بعد کوئی نظیر نہیں ملتی تو ہندوستان کے غیر مسلم صحافیوں، دانشوروں اور عوام کی طرف سے ایک ایسے

رد عمل، جوش و نفرت اور خوف و ہراس کا مظاہرہ ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید اس ملک پر کوئی غیر ملکی طاقت حملہ کرنے والی ہے یا بجلی گرنے والی ہے یا زلزلہ آنے والا ہے، حالانکہ یہ اس حقیقت پسندی اور احساس تناسب کے خلاف ہے۔ جس پر زندگی کا نظام چل رہا ہے، مسئلہ جس نسبت سے توجہ گھر و پریشانی کا مستحق ہے اسی نسبت سے اس کی طرف توجہ اور اس میں توانائی صرف کرنے کی ضرورت ہے، رالی کا پرہت بنانا عقل سلیم کا تقاضا ہے۔ نہ عقل عملی (Practical Wisdom) کا سب کو معلوم ہے کہ اس ملک میں مطلوبہ جہیز نہ لانے پر دلہنیں اور معصوم لڑکیاں جلا دی جاتی ہیں، ملک میں سیکڑوں واقعات پیش آتے ہیں، نیشنل پریس کے ایک صحیفہ ”قومی آواز“ دہلی ۱۰ جون ۱۹۸۳ء کے بیان کے مطابق ”صرف دہلی میں ہر بارہ گھنٹہ پر ایک نئی بیابھی دلہن کو جلا کر مار ڈالا جاتا ہے۔“ پھر اس سر زمین پر جہاں ہم آپ اس وقت جمع ہیں، مختلف اطراف سٹی کی رسم اب بھی جاری ہے اور اس کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، ایسی صورت میں کیا احساس تناسب، عقل سلیم اور انسانی ہمدردی بلکہ اپنے فرقہ سے محبت کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ ان مظالم کی طرف توجہ اس سے کہیں زیادہ کی جائے جو مسلمانوں کے اپنے اسلامی عالمی قانون کے تحفظ کے مطالبہ اور یونیفارم سول کوڈ کی مخالفت میں کی جا رہی ہے جس سے ملک میں حقیقی اتحاد پیدا ہونے کی امید رکھنا محض خوش فہمی اور دنیا کے واقعات سے اور دو گزشتہ جنگ عظیم سے سبق لینے کے مخالف ہے جو ایک ہی عالمی قانون اور سول کوڈ کی ماتے والی دو پروٹسٹنٹ عیسائی قوموں اور ملکوں کے درمیان ہوئی۔

پھر یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے تھا کہ اسلام اور مسلمانوں میں عورت کی شادی ہو جانے کے بعد وہ اپنے خاندان والدین اور بھائیوں سے کٹ نہیں جاتی اور مسلمان مطلقہ خاتون طلاق کے بعد یکسر لاوارث اور بھیک مانگنے یا زندگی کا خاتمہ کرنے پر مجبور نہیں ہوتی ، نکاح اور طلاق دونوں حالتوں میں وہ خاندان کے ایک فرد ، ماں باپ (اگر وہ زندہ ہیں) کی بیٹی اور بھائی بہنوں کی بہن ہوتی ہے ، وہ ترکہ (Heritage) اور جائداد میں اس پورے حصے کی مستحق ہوتی ہے جو شریعت اسلامی نے مقرر کر دیا ہے اور جس کا قرآن مجید میں ذکر اور اس کے دینے کی تاکید کی ہے۔

اس کے برخلاف ہندو معاشرہ اور سماج میں عورت شادی کے بعد اپنے خاندان ، ماں باپ ، بھائی بہنوں سے کٹ جاتی ہے ، اس کی کفالت کی ذمہ داری سرتا سر شوہر پر عائد ہوتی ہے اور شوہر کے انتقال پر عورت بالکل لاوارث اور تنہا ہو جاتی ہے اسی صورت حال اور رواج نے قدیم زمانہ میں (جس کی تاریخی تحدید مشکل ہے) خواتین کے طبقہ کو جو بیوگی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھا ، سستی کی رسم کی طرف مائل کیا جو اس کس مہری اور لاوارثیت سے نجات پانے کا واحد راستہ نظر آتا تھا۔

حضرات ! سپریم کورٹ کے فیصلہ کی منسوخی (جس میں مطلقہ کو عین حیات نفقہ دینے کو لازم قرار دیا گیا تھا) اور پارلیمنٹ میں اس کے خلاف ممتاز تاریخی غیر معمولی اکثریت کے ساتھ پرسنل لاء لورڈ کے مطالبہ اور مسلمانوں کی رائے عامہ کے مطابق بل پاس ہو جانے کا جو تاریخ ساز اور یادگار واقعہ ہمیش آیا اور جس میں مسلم پرسنل لاء لورڈ کو کھلی کامیابی ہوئی۔ اس کے

بعد بھی مسلم پرسنل لاء بورڈ کا (اور حقیقتاً شریعت اسلامی کی حفاظت و حمایت کرنے والوں اور مسلمانوں کے عائلی قانون (پرسنل لا) کے باقی رہنے کی جدوجہد کرنے والوں کا کام ختم نہیں ہوا بقول شاعر۔

مکتب عشق کا دیکھا یہ زالا دستور
اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

اس کے بعد ایک اہم مرحلہ تو یہ ہے جو بورڈ کی توجہ کا موضوع اور حقائق و واقعات کا فطری تقاضا ہے کہ بل کے پارلیمنٹ سے پاس ہو جانے کے بعد بھی ہندوستان کی بعض ریاستوں اور بعض مقامات کی عدالتیں سپریم کورٹ کے سابقہ فیصلہ کے مطابق مطلقہ کو حسین حیات نفقہ دینے کے حق میں فیصلہ کر رہی ہیں، جو صریح قانونی تضاد بلکہ حقیقتاً ایک منظور شدہ قانون سے بغاوت کے مرادف ہے جو مرکزی حکومت کا پاس کیا ہوا ہے اور واجب العمل ہے۔ اس کے لئے بورڈ کی مجلس منتظمہ اور اس کے قانون دان ارکان اور وکلاء کوشش کر رہے ہیں اور اس سلسلہ میں مقدمات بھی دائر ہوئے ہیں، یہ مرکزی حکومت کا فرض تھا اور ہے کہ وہ اپنے وزیر قانون کے ذریعہ اپنے اختیارات سے اس سلسلہ کو بند کرائے۔ اس سلسلہ میں بورڈ کے ایک وفد نے سابق وزیر اعظم وی پی سنگھ جی سے ملاقات بھی کی تھی اور ان کی توجہ مبذول کرائی تھی اور انہوں نے اس کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن نہ ان کے عہد حکومت میں اس پر کوئی توجہ دی جاسکی اور نہ بعد کی حکومتوں کو اپنی اس ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے اور اس میں مرکزی حکومت کی اہانت محسوس ہوتی ہے،

ضرورت ہے کہ پوری توجہ اور تنظیم و امن کے ساتھ احتجاج اور قانونی چارہ جوئی کا سلسلہ جاری رہے ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں ان محنتوں پر پانی نہ پھر جائے جو اس سلسلہ میں کی گئیں۔

۱۔ لارڈ کے اہم ترین اور بنیادی مقاصد میں اصلاح معاشرہ کا کام داخل ہے اس سلسلہ میں کوشش ہوتی رہی ہے جلسے بھی اور دورے بھی ہوئے ہیں جن میں سب سے بڑا عوامی جلسہ اور اجتماع یکم مارچ ۱۹۹۲ء کو پٹنہ کے گاندھی میدان میں ہوا، جس کی اپنی وسعت اور مقبولیت میں دور دور تک اور دیر در تک تقیر نہیں ملتی، لیکن ضرورت ہے کہ اس کے لئے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ہند گیر دورے اور عظیم و وسیع جلسے ہوں، دینی جلسوں اور مساجد کے مواعظ و خطبات کا بھی یہ موضوع بن جائے اور عام زندگی پر اس کا اثر پڑے۔

۲۔ عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اسلامی عالمی قانون کے موضوع پر ایک مستند اور مفصل کتاب تیار کی جائے جو آزاد اور شرعی دارالقضا سے لے کر سرکاری عدالتوں تک میں ایک قابل اعتماد حوالہ کی کتاب اور قہمی مرجع ہو، انگریزوں نے اپنے دور حکومت میں محمدن لاء (Mohammadan Law) پر مسلمان ماہرین قانون سے کتابیں لکھوائیں، جن میں جسٹس سید امیر علی اور جسٹس عبد الرحیم کی کتابیں خاص طور پر مشہور و مقبول ہوئیں اور وکلاء اور ججوں نے ان پر اعتبار کیا۔

لیکن ضرورت تھی کہ از سر نو اور زیادہ محنت، وسیع النظری اور دقیق النظری کے ساتھ ہندوستان کے مستند علماء و ماہرین فقہ و حدیث اس کام کو

انجام دیں اور ایک ایسی نئی کتاب کی ترتیب عمل میں آئے جو مرجع اور سند کا کام دے۔

اس ضرورت کا احساس سب سے پہلے مسلم پرسنل لاء بورڈ کے بانی امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی کو ہوا، جن کو اللہ تعالیٰ نے دور بینی، بیدار مغزی اور حقیقت شناسی اور خطرات کی آگاہی کی دولت سے خاص طور پر بہرہ مند فرمایا تھا اور اسی بصیرت اور ذہانت و توفیق الہی نے ان سے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تشکیل کا کام لیا اور انہوں نے اپنی نگرانی و سرپرستی میں مونگیر میں یہ کام شروع کرا دیا لیکن اس کام کی تکمیل کی نوبت نہیں آئی تھی کہ انہیں سفر آخرت پیش آیا۔

لیکن مولانا مرحوم کی وفات کے بعد بھی بورڈ اور ادارت شرعیہ نے اس کام کو جاری رکھا اور ہندوستان کے مستند و ممتاز علماء ماہرین فقہ اور مفتیان عظام نے اپنے مقامات سے سفر کر کے مونگیر اور پٹنہ میں ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں توفیق و اعانت الہی سے یہ کام مکمل کر لیا، جس کو فی الحال ”اسلام کے عائلی قوانین کی دفعہ وار تدوین“ کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

ضرورت ہے کہ اس کتاب کا انگریزی میں بھی ترجمہ شائع ہوتا کہ وکلاء اور جج صاحبان بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور قدیم محمدن لاء کی کتابوں کے قائم مقام ہو اور اس کی ایک سند اور مرجع کی حیثیت ہو۔

حضرات سامعین کرام! اب میں دین کے ایک نمائندہ اور داعی کی حیثیت سے اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے آپ سے ایسانی و قرآنی زبان میں کچھ خطاب کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اس کے بغیر یہ

شرف جو آپ نے اس عاجز کو بخشا ہے اور یہ قیمتی وقت جو آپ نے اس موقر مجلس میں شرکت کے لئے دیا ہے اس کا حق نہیں ادا ہو گا۔ اور اندیشہ ہے کہ اللہ کے یہاں محاسبہ ہو، یہاں پر میں اس عرض داشت کا اعادہ کروں گا جو دہلی کے اجلاس متحدہ ۲۲-۲۳ نومبر ۱۹۹۱ء میں کی گئی تھی۔

آپ دیکھئے کہ آپ اسلامی و قرآنی قانون معاشرت کا خود کتنا احترام کرتے ہیں اس پر خلدانی روایات کو اور رسم و رواج کو کتنی ترجیح دیتے ہیں۔ اس پر اس کا اضافہ کیجئے جو آپ نے اپنے ہم وطنوں سے سیکھا ہے۔ جہیز کا برصا چڑھا کر مطالبہ ہم میں جہاں سے آیا۔ اس کو کسی نام سے یاد کیا جاتا ہو، یہ چیز کہاں سے آئی۔ مکہ و مدینہ حرمین شریفین سے آئی ہے۔ قرآن مجید کے راستہ سے آئی ہے۔ یہ لعنت کہاں سے آئی۔ جب آپ اس کو قبول کرتے ہیں تو بطور سزا کے آپ کی غیرت ملی کو آپ کے وجود ملی کو بار بار نشانہ بنایا جاتا ہے۔

لیکن جب ہم اہل حکومت اور برادران وطن سے شکایت کرتے ہیں تو ہمیں آپ سے شکایت کرنے کا حق کیوں نہ ہو۔ ان سے تو شکایت کریں گے اور ان کا دامن پکڑیں گے لیکن آپ کا گریبان پکڑیں گے اور وہ ہاتھ ہمارا ہاتھ نہیں ہو گا، وہ دینی احتساب کا ہاتھ ہو گا، وہ شریعت کا ہاتھ ہو گا جو آپ کا گریبان پکڑے گا اور کہے گا کہ پہلے تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم اس قانون پر کتنا چلتے ہو، تمہاری نگاہوں میں اس قانون کی کتنی حرمت ہے۔

----- تم جہاں اس قانون کو چلا سکتے ہو وہاں چلا

رہے ہو کہ نہیں، تم تو اپنے گھروں میں اس قانون کو نہ چلاؤ اور حکومت سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہارے قانون کو چلائے اس کا احترام کرے۔

یہاں سے یہ عہد کر کے جائیے کہ اب قانون شریعت پر آپ چلیں گے۔ یہ چیز کی کیا مصیبت ہے۔ لڑکے والوں کی طرف سے مطالبات کی ایک لمبی چوڑی فہرست پیش ہوتی ہے شرائط پیش کئے جاتے ہیں، ان کے پورا نہ ہونے پر یہ معصوم لڑکیاں جلا دی جاتی ہیں ملک میں سیکڑوں واقعات پیش آتے ہیں، کیا اس کائنات کے خالق اور نوع السانی کے مرنی کو (جس کی مخلوق مرد و عورت دونوں ہیں) یہ چیز گوارا ہو سکتی ہے۔ کیا اس ظلم کے ساتھ کوئی ملک معاشرہ پنپ سکتا ہے۔ خدا کی رحمت و نصرت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللعالمین کی امت ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی اس کی ہمت نہیں ہونی چائے تھی، میں نے دہلی ہی کے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ“

(سورۃ الانفال ۲۳)

”اور خدا ایسا نہ تھا جب تک تم ان میں تھے انہیں عذاب دیتا اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں اور انہیں عذاب دے۔“
آپ رحمۃ اللعالمین کی امت ہیں آپ کے ہوتے ہوئے

ہندوستانی سماج میں ہندوستان کے معاشرہ اور سوسائٹی میں یہ ظلم ہو ، اس کو عقل قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ، آپ کے ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں ہونا چاہئے تھا چہ جائیکہ آپ کے ہاتھوں ہو ، عہد کیجئے کہ آپ اسلامی طریقہ پر ، شریفانہ انسانی طریقہ پر شادی کا پیام دیں گے۔ آپ لڑکی مانگیں گے ، اپنے لئے رفیقہ حیات کی تلاش کریں گے بیٹے کے لئے پیام دیں گے ، جہیز کے لئے آپ کے بڑھے چڑھے مطالبات نہیں ہوں گے ، ہمیں یہ ملنا چاہئے وہ ملنا چاہئے لڑکوں کو اور ان کے وارثوں اور بزرگوں کو اس کا عہد کرنا چاہئے کہ ہم اپنے یہاں تو کیا ہم اس ملک سے اس رسم کو ختم کر دیں گے۔

ایسے ہی ترکہ شرعی طریقہ پر تقسیم ہونا چاہئے ، نکاح شرعی طریقہ پر ہو ، اور طلاق کا مسنون طریقہ معلوم کرنا چاہئے۔ مسنون اور افضل طریقہ کیا ہے ، پھر اس کے بعد فقہی طلاق جس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس کو سمجھنا چاہئے یہ بھی جاننا چاہئے کہ طلاق رجعی کیا ہوتا ہے ، طلاق بائن مغلظہ کیا ہوتا ہے۔ پھر آپ یہ بھی سمجھیں کہ طلاق البغض الباحات ہے ، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جائز ہے لیکن آخری درجہ کی چیز ہے ، بری مجبوری کی چیز ہے۔ جو اپنے کو حرام چیزوں سے اور زندگی کو تلخ بننے سے بچانے کے لئے بہت مجبوری سے دل پر پتھر رکھ کر اختیار کی جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ طلاق ایک فیشن ہو گیا ہے جو لوگ مسلمانوں کو یہ طلعہ دیتے ہیں اس میں تھوڑی سی ہماری کوتاہی کو بھی دخل ہے جتنا طلعہ دیتے ہیں اتنے کے مستحق تو ہم ہرگز نہیں ہیں۔

حضرات ! اب آپ اس اجلاس سے جو بے پور میں ”جامعہ

ہدایت “ کے سایہ میں ہو رہا ہے ، اپنے اپنے مقامات پر واپس جائیں گے ضرورت ہے کہ آپ جامع پیغام ہدایت لے کر جائیں اور یہ اجلاس نہ صرف آپ کے عائلی اور خاندانی دائرہ میں کتاب و سنت اور ہدایت ربانی کے مطابق زندگی گزارنے اہل حقوق کو ان کے حقوق ادا کرنے اور ایک صالح و عادل اور متبع سنت معاشرہ کا نمونہ پیش کرنے کا باعث ہو بلکہ آپ کے ذریعہ آپ کے ہم وطن اور ہم شہر مسلمانوں ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے سامنے بھی اسلامی عائلی زندگی اور صالح معاشرہ کا ایک ایسا نمونہ آئے جس سے ان کو نہ صرف اسلام کی تعلیمات کی قدر اور اعتراف ہو بلکہ اس کی طرف کشش اور انجذاب پیدا ہو۔

وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌّ

بشکریہ تعمیر حیات

۲۵ اکتوبر ۱۹۹۳ء

القادر پرنٹنگ پریس فون : ۷۷۲۲۷۶۸